سید یونس الحسنی

قبیلۂ نامُراداں

یکم مئی کے ''جنگ'' میں ایک حیرت انگیز خبر شائع ہوئی جو نگاہوں سے گذر کر دل میں تراز و ہوگئی۔

> ''کلکتہ (رائٹرز) کلکتہ کی بدکار عورتیں یوم مئی پر طالبان رہنماؤں کے پتلے جلائیں گی۔ عورتوں کی لیڈروں نے بتایا کہ یہ احتجاج اس مطالبے کے حق میں کیا جا رہا ہے کہ عورتیں کوئی بھی پیشہ اختیار کرنے کا حق رکھتی ہیں۔ وہ افغانستان میں طالبان حکومت کے عورتوں پر مظالم کے خلاف خواتین سٹی سنٹر تک احتجاجی مارچ کریں گی۔''

یہ خبر پڑھتے ہی میرے اشہب خیال نے کئی سال الٹی زقند لگائی۔ کوئی پاکستانی فوٹو گرافر تھے۔ نام عظمت شیخ تھا۔ ۷۰۔۱۹۷۱ء کے افغانستان کی سیر وسیاحت کا احوال انہوں نے کسی کو کہہ سنایا تھا۔ وہ اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ وہاں گئے تھے۔ کابل کے کسی ہوٹل میں قیام کے لئے تگ و دو کرتے رہے مگر بقول ان کے حالت دگرگوں تھی بیگم کے ساتھ لئے پھرتے رہے، تلاش تھی کوئی اچھی جگہ ٹھہرنے کو مل جائے۔ جس ہوٹل میں بھی گئے میزوں پر شراب خانہ خراب اور کرسیوں پر منی سکرٹس میں ملبوس نیم عریاں شباب نظر آیا۔ جگہ جگہ حیا سوز مناظر کی بھر مار جیسے خواتین کے حجابی تقدس کو چیخ چیخ کر چیلنج کیا جا رہا ہو۔ ہر ہوٹل کے بڑے ہال میں تقریب رقصِ عریاں اس پر مستزاد۔ الغرض انہوں نے وہاں مدت قیام کا لمحہ لمحہ اک گونہ کرب واضمحلال میں گزارا۔

جہاں تک آج کے افغانستان کا تعلق ہے، انٹرنیشنل لیول سے مقامی سطح کے تمام ہوٹل اپنی سمت درست کر چکے ہیں۔ انکے وہ کھلے ہال جو کبھی تماشا گاہ سرودِ عشق بیاں تھے، صلوٰۃ پنجگانہ کی جلوہ گاہ نور وظہور ہو گئے ہیں۔ کسی غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی کیفیت کا وہاں گزر نہیں۔ عورت کی عصمت نے اپنا اصل مقام حاصل کر لیا ہے۔ لبرل نظام تعلیم جس نے جوانانِ افاغنہ کو بے راہرو بنا دیا تھا۔ فناہ کے گھاٹ اتر گیا ہے۔ نژادنو میں دینی حمیت اور اپنی وطنی غیرت نے جڑ پکڑ لی ہے۔ وہ سچے مسلمان ہو کر قرنِ اول کی تصویر بن رہے ہیں نیا نصابِ تعلیم مرتب کر کے انہوں نے افغانستان کے بیشتر تعلیمی ادارے کھول دیئے ہیں۔ موجودہ نظام اور نصاب درس وتدریس اس سرزمین کی ضرورت اور خفی وجلی امنگوں کے عین مطابق ہے۔ اگر کمی ہے تو صرف وسائل کی۔ باپردہ خواتین جن محکموں میں ضرورت ہے، وہاں فرائض منصبی انجام دے رہی ہیں۔ وہ تباہ حال افغانستان کی تعمیرِ نو میں اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے جری افغانوں کے شانہ بشانہ سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کا حجاب ملکی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔

پرعزم طالبان نے اپنے وطنِ عزیز کے پچانوے فیصد حصے پر شرعی قوانین مکمل تقاضوں کے ساتھ نافذ کر دیئے ہیں، جس سے وہاں امن وسکون کی فضاء پیدا ہوئی ہے۔ جرائم نہ ہونے کے برابر رہ گئے ہیں۔ انہوں نے نام نہاد مسلم اور دیگر غیر مہذب ممالک کی طرح اپنی بچیوں کی ہاکی، کرکٹ، فٹ بال، والی بال، پیراکی اور دیگر عریاں کھیلوں کی ٹیمیں نہیں بنائیں۔ وہ خواتین کو بغیر محرم آمد ورفت سے روکتے تو کتے ہیں۔ فلم یا تھیئٹر کا ناٹ وہاں سے لپیٹ دیا گیا ہے۔ القصہ کفار ومشرکین کے پیدا کردہ تمام مکروہات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کی ننگے سر گھومنے پھرنے والیاں، مردوں کی طرح جینز پہن کر اکڑ دکھانے والیاں، سولہ سنگھار کر کے مخلوط محافل سجانے والیاں، سکولز میں بچے داخل کراتے وقت ولدیت کی جگہ ماں کا نام بہ اصرار لکھوانے والیاں، یہ کڑوا گھونٹ نگل نہیں سکیں۔ انہیں اپنے قبیح خواب چکنا چور ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے عالمی صیہونیت کی پروردہ، تند گفتار ''عاصمہ جہانگیر'' کی قیادت میں منظم ہو کر طالبان کے خلاف

اُدھم مچا رکھا ہے، پاکستانی خواتین اور نئی نسل کو اپنے دامِ ہمرنگِ زمین میں پھنسانے کیلئے اس قبیلۂ نامراداں نے افغانوں کی غیرت کو للکار نے کی ٹھانی اور کابل کی ایک ساحرہ کو جو مغنیہ بھی ہے، پی ٹی وی پر پیش کر دیا، اس سے فرمائشیں کر کر کے گیت سنے، حالانکہ اس کی زبان جاننے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ بعدِ ازاں اس کے اعزاز میں پارٹی دی گئی۔ خود ساختہ مہاجرت پر اسے خراجِ تحسین پیش کیا گیا اور اسے عورتوں کے حقوق کی ایثار پیشہ علمبردار قرار دیا گیا۔ پھر چند دن کے وقفے سے اسلام آباد میں گنی چُنی ''آلودۂ مغرب دیوداسیوں'' نے طالبان حکومت کے خلاف جلوس نکالا۔ علماء اور دین اسلام کے خلاف وہ گند بکا کہ حیا ان حوازادیوں کے کردار زبوں، پر فغان، بہ لب بہت دور کھڑی بچشم نم، انکی خرافات کے مظاہرے دیکھتی رہی۔

انہی میں سے ایک نے گزشتہ سال ''ٹبی گلی'' نام کی فلم بنا کر یواین او کے ایجنڈے کی ایک شق پوری کی تھی۔ اس میں یہی کچھ بتایا گیا تھا جو کلکتہ کے ''اس بازار'' کی آکسیجن سے سانس لینے والیوں نے آج کہا ہے یا جو کچھ ممبئی کی کسبیوں نے ڈکاریں لیں کہ ''اس'' کام کو صنعت اور کرنیوالیوں کو صنعتی مزدور کا درجہ دیا جائے۔ مزید یہ کہ عورتوں کو اپنے پیشے کے چناؤ کا حق ہے چاہے یہی کچھ ہو، اس پر قدغن بالکل نا منظور ہے۔ اسی طرح ساری اکائیاں جمع کر کے مرکب توصیلی کے سانچے میں ڈھالئے تو معلوم ہوگا کہ طالبان کے ساتھ وجہِ عناد کیا ہے، صرف یہ کہ اللہ کے ان شیر نما عاجز بندوں نے ہر دو اصناف آدم کو شترِ بے مہار اور اسپ بے لگام نہیں رہنے دیا۔ وہ اپنی ساری توانائیاں اس مقصد کے لئے صرف کر رہے ہیں کہ افغانوں کی موجودہ نسل کی تراش خراش اس رنگ ڈھنگ سے کر دی جائے کہ مستقبل قریب میں اس خیر الامت کا نقشہ دکھائی دے جس کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ بقرہ میں ملتا ہے۔

حال ہی میں چند احباب افغانستان میں تین ماہ گزار کر لوٹے ہیں۔ راقم کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ اسلامی نظام کی برکات کے متعلق جو کتب میں پڑھا اور بزرگوں سے سنا تھا وہ ہم عملاً دیکھ آئے ہیں۔ ''سائبیرین ریچھوں نے جو تباہی مچائی اور غارتگری کا جو اسلوب اختیار کیا، آج بھی جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ انتہائی بے سروسامانی کے باوصف طالبان کی کارگزاری اپنی مثال آپ ہے۔ ان کے حسن نیت اور تگ و تازِ حیات نے اس ڈوبتی قوم کے کنارے لگا دیا ہے۔ وہ پھر سے اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی ہے۔ کچھ تشنگی محسوس ہوتی ہے تو اس کا بڑا سبب دنی سیرت، غلط پیمان مسعود کی نامسعودیاں ہیں، جس کی وجہ سے امارتِ اسلامی آج بھی حالتِ جنگ میں ہے۔''

یہ بات بعض لوگوں کے لئے یقیناً تعجب خیز ہوگی کہ پوری دنیا کے فرزندان وسلاطین پروٹوکولز اپنے تمام لاؤلشکر سمیت طالبان کے بالمقابل صف آراء ہو چکے ہیں۔ کبھی اسامہ کے بہانے تو کبھی تراشیدۂ اوہام افسانے کے نام پر وہ افغان کو تختۂ مشق بنائے ہوئے ہیں۔ ستم تو یہ ہے کہ خود طالبان والا کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان کہلانے والے مسلم ممالک چند ایک کو چھوڑ کر سارے کے سارے استعماریت کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ بامیان کی بت شکنی رکوانے کے لئے کئی وفود بھیجے گئے پاکستان کے وزیر داخلہ بھی اپنے خوبصورت نام کے عظیم ترین معنوں کا عملاً انکار کرتے ہوئے کابل گئے اور بدھوؤں کی طرح گھر لوٹ آئے۔ بہ قول غالب تھوڑی ترمیم کے ساتھ ؂

''شرم ان کو مگر نہیں آتی''

شاید وہ ماضی قریب کی عظیم تاریخ کو فراموش کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ انہیں تو یہ سب اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے تھا۔ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ ہمارے ہمسایہ ملکِ افغاناں میں رشک ہفت آسماں پر سکوں وقت تھا، امن و راحت کی قندیل اپنی ٹھنڈی روشنی سے چاروں اطراف کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ لوگ اپنے احوال میں مگن و سرمست تھے۔ وقت کی کوئی سی تلخی وفسوں کاری ان کی اس چال میں دخیل نہیں تھی۔ ایسے ماحول کو جانے کیا ہوا۔ کوئی مجہول فطرت نظر لگ گئی، دفعتہً سرخ صرصر کا طوفان اٹھا، جس کی غارتگری سے راحت چھنی، بیٹیوں، بہنوں کی حرمت لٹی، ارض سلطانِ غزنی کی سطوت پٹی اور ایک المیہ یہ بھی ہوا کہ حریت وطن مٹ گئی۔ عجیب پر ہول وقت تھا، اس خطۂ پاک میں ہر سمت

خون ہی خون اور آگ ہی آگ تھی۔ سرخ اژدہا لاکھوں لوگوں کو کھا گیا، انسانیت کو ذلت ملی اور آدمیت کو ہزیمت۔ اس سب کچھ کے علی الرغم بہ قول شاعر۔

انکے جذب وجنوں میں کمی نہ ہوئی
عشق کے مجرموں میں کمی نہ ہوئی

اللہ اکبر کی خارا شگاف صدا پر ملتِ افاغنہ نے اپنا تن من دھن، دیوانہ وار نچھاور کر دیا، عشق ختم المرسلینؐ یوں ہویدا ہوا کہ بچے، بوڑھے، جوان سارے کے سارے ناموسِ صحنِ چمن کے پاسبان بن گئے وہ جری، وہ دلیر، وہ دلاور، وہ بہادر وہ مومنوں کی طرح خوش چلن، مجاہدوں کا بانکپن لئے آگے اور آگے بڑھے، راہِ منزل کی کٹھنائیاں انکے لئے رکاوٹ نہ بن سکیں۔ وہ سر بکف ہو کر صف بہ صف آئے اور الجہاد الجہاد کا نعرہ لگاتے ہوئے ہر طرف چھا گئے۔ تم نے دیکھا نہیں وہ کس اوج پر پہنچے۔ ادھر بگرام میں غازی تھے۔ تو دشت لیلیٰ میں قربانیوں کی انتہا کر دی۔ کمال کے لوگوں میں جو سینکڑوں نہیں ہزاروں۔۔۔ ہاں ہزاروں کی تعداد میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس راہ میں وہ بے دریغ کٹے ہیں جھکے نہیں، ٹوٹے ہیں بکے نہیں، ڈٹے ہیں پچکے نہیں، میدانِ کارزار میں استقامت سے ٹھہرے ہیں۔ انکے پائے استقلال میں سر مو لرزش نہیں آئی۔ تا آنکہ بامیان کے سر بہ فلک بتوں کو زمین بوس کر دیا، عیسائیوں نے شور مچایا، یہودی سیخ پا ہوئے بودھوں نے واویلا کیا، ہندوؤں نے زبان درازی کی انتہا کر دی۔ جب کچھ بن نہ پڑا تو کنچنیوں کو میدان میں لے آئے، انکے جلسے جلوس الٹی سیدھی اور آڑھی ترچھی چیخم دھاڑ بھلا کیا بگاڑ لے گی۔ طالبان تو ذاتِ باری پر غیر مشروط ایمان اور منشور و دستور قرآن کے سختی سے پابند ہیں، وہ عشقِ پیمبر ﷺ میں جکڑے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ وہ تو ان دریدہ بدن اور دریدہ دہن عورتوں کے ننگے سروں پر بھی دوپٹہ ڈال دینگے کہ انکے اخلاقِ حسنہ کا تقاضا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ طالبان اکیسویں صدی میں آدمیت کے بانکپن اور انسانیت کی پھبن کے نقیب ہیں۔ یورو امریکن مہم جوئی سراسر غلط ہے اور یہود و ہنود کی الزام تراشی مکمل بے بنیاد یہ سب طاغوت ہی کی شاخیں ہیں۔ انکا اول و آخر ہدف اسلام اور صرف اسلام ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۱۲)

کی انتہا ہے کہ دین بیزار علمی زادوں کو دیانتداری کا سرٹیفکیٹ دیکر این جی اوز دشمن ننانوے فیصد سے زیادہ اکثریت کی ایمانداری کا منہ چڑایا جارہا ہے۔ یہ اندوہناک کیفیات ہر دیندار پاکستانی کو دعوتِ فکر دے رہی ہیں۔

کیا کیجئے گا، بگاڑ زیادہ ہے اور نکھار سنوار کم، معاشرت تو جو تھی، سو تھی۔ معیشت کے گندم نما جو فروشوں نے اڑنگے پہ لا کر ایسا پٹخنی دی کہ پوری قوم چاروں شانے چت ''پڑے کا پڑا'' ہوگئی۔ قوت لایموت کی فکر نے سوجھ بوجھ کا سلیقہ قرینہ ہی چھین لیا ہے۔ چہرے تھکے تھکے، رنگت اڑی اڑی، ہر آئینہ دھندلا، وحشت اثر رُتوں سے شہر دل میں تکدر بالفاظِ دیگر ویرانیوں کی کہر کا ہالہ، چاروں جانب عجب فصلِ خامشی اُگی ہے، شاید کوئی قہر آلود طوفان اٹھنے والا ہے۔ بے چینیاں عروج پر ہیں، امن کا دُور دُور تک نشان نہیں ملتا۔ لوگوں کو پھر سے ''پرانے دیس'' کی ''تانگ'' ہے، لیکن کوئی اس راستے کی مسافرت اختیار نہیں کرتا۔ یہ ہمارا عہد حاضر ہے۔ اسے اکیسویں صدی کی دہلیز کہا جاتا ہے۔ ہمیں مایوسیوں کے ڈھیر سجانے کی بجائے زیست کا کوئی عنوان ڈھونڈنا پڑے گا۔ خرابے میں چراغاں کی تدبیر کرنا ہوگی۔ ورنہ تاریخ اپنا فیصلہ صادر کرنے میں تاخیر نہیں کرے گی اور ہم بے سروسامان رہ جائیں گے۔

نئے افق ہیں اداسیوں کے مہیب مدفن مگر ہے لازم
ان آزمائش کے مرحلوں میں صداقتوں کا خیال رکھنا